کتبِ تفسیر میں الکشّاف کا مقام و مرتبہ

احسان اللہ فہد فلاحی شعبۂ دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ۔ علی گڑھ

گرچہ علامہ محمود بن عمر زمخشری (۱۰۷۵ء ۔ ۱۱۴۴ء) کی تفسیر "الکشاف عن حقائق التنزیل و عیون الاقاویل فی وجوہ التاویل" معتزلہ افکار و عقاید کی تفسیر و توضیح کرتی ہے اور تحریک اعتزال کے بنیادی اصولوں توحید، عدل، الوعد والوعید، المنزلۃ بین المنزلتین، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی قرآن سے تائید و تصدیق کرتی ہے تاہم آج عالم اسلام میں یہ تفسیر کافی مقبول و متداول ہے بلکہ عربی زبان و ادب کے اداشناس اور علوم دینیہ کے شیدائی ہر دور میں اس سے استفادہ کرتے رہے ہیں ۔ عربی مدارس میں ہر مکتب و مسلک کے علماء و طلبہ زمخشری کے تفسیری نکات، اعجاز قرآن کی تشریحات، قرآنِ مجید کی بے مثل فصاحت و بلاغت کی پردہ کشائی میں اس کی مہارت و صلاحیت سے متاثر ہیں ۔ تاریخ تفسیر کے ایک طالب علم کو اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ مختلف مسلم مذاہب و مسالک اپنے عقاید و نظریات سے بلند ہو کر اس تفسیر سے بھرپور استفادہ کرتے نظر آتے ہیں ۔ قرآنی تفاسیر کا اگر ایک تجزیہ کیا جائے تو اس تفسیر کی وقعت نکھر کر سامنے آجاتی ہے ۔ تاریخ تفسیر و مفسرین کا ہر محقق اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے کہ زمخشری سے پہلے ایسی تفسیریں موجود تھیں جن میں خالص فقیہانہ نقطۂ نظر سے قرآن کا مطالعہ کیا گیا تھا ۔ ایسی تفسیروں کی بھی کمی نہ تھی جو کلامی مباحث کا ماخذ تھیں اور منطق و فلسفہ کے مسائل سے بحث کرتی تھیں ۔ اور ہر فرقہ و مسلک کی نمائندہ تفسیریں قرآنِ پاک کو اپنی تائید میں استعمال کرنے کے لئے مسلم معاشرے میں مروج تھیں ۔ علامہ زمخشری نے معتزلہ افکار و عقاید کی تشریح کے ساتھ اصلی تحقیقات

و انکشافات، نئے علوم و فنون کی پیدائش و ارتقاء، ابھرتے ہوئے افکار اور سماجی میلانات اور معاصر ضروریات کے پس منظر میں قرآن کی فکری اور عملی ہدایات کو واضح کیا اور ادب و بلاغت، نحو و اعجاز کے اسرار و لطائف کی ایسی پردہ کشائی کی کہ الکشاف پورے تفسیری ادب میں نمایاں اور ممتاز ہوگئی۔ اور بعد کا کوئی مفسر اس سے بے نیاز نہ رہ سکا۔

علامہ زمخشری خوارزم کے ایک گمنام قریہ زمخشر میں پیدا ہوئے، آپ کا پورا نام ابوالقاسم محمود بن عمر بن محمد بن عمر الزمخشری ہے۔ آپ عرصہ دراز تک مکہ میں مقیم رہے اس لئے آپ جار اللہ (اللہ کے پڑوسی) کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ نے جب آنکھیں کھولیں تو اس وقت سلجوقی سلطان جلال الدین ابوالفتح ملک شاہ کا دور حکومت تھا۔ ملک شاہ نے اپنے عہد حکومت میں تجارت و صنعت، علوم و فنون اور ادب کو بہت ترقی دی، اس کا لائق اور مدبر وزیر نظام الملک طوسی علم اور علماء کا قدر دان تھا۔ اس نے علوم و فنون کی اشاعت اور علماء کی عزت افزائی میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ اس دور میں علماء کو حکومت کے بلند مناصب سے نوازا گیا۔ اور انھیں ہر طرح کی آسانیاں پہونچائی گئیں۔ اس کے علاوہ جگہ جگہ مدارس اور کتب خانے قائم کئے گئے۔ مدرسہ نظامیہ بغداد جیسے امام غزالیؒ اور امام الحرمینؒ جیسے اساطین فن کی جائے تدریس ہونے کا شرف حاصل ہے اسی کا قائم کردہ ہے۔ نظام الملک کی قدر دانی صرف اشعری اور سنّی علماء کے لئے مخصوص نہ تھی، باوجود خود اشعری ہونے کے معتزلی علماء سے اس کے نہایت اچھے روابط تھے اور سب ہی لوگوں کے لئے حکومت کے دروازے یکساں کھلے ہوئے تھے۔ زمخشری کا خاندان مذہبی رجحانات کا حامل تھا۔ آپ کے والد مکرم بہت دیندار تھے۔ والدہ محترمہ بہت دیندار اور رقیق القلب خاتون تھیں۔ آپ کے والد محترم کا انتقال آپ کے زمانہ طفلی میں ہی ہوگیا۔ آپ بچپن ہی سے یتیم ہوگئے۔ زمخشری کی ابتدائی تربیت کی ذمہ داری آپ کی والدہ نے لی۔ جب آپ سفر کے قابل ہوگئے تو آپ طلب علم کے لئے بخارا تشریف لے گئے۔ اور وہاں اکابر علماء سے کسب فیض کیا۔ آپ کے سب سے مشہور استاذ خوارزم میں اعتزال کی تبلیغ کرنے والی سب سے معروف و مشہور ہستی ابومضر ہیں۔ ابومضر نے آپ کو

لغت ونحو کی اعلیٰ تعلیم دی۔ اور عربی ادب کا پاکیزہ اور لطیف مذاق بخشا۔ اس کے ساتھ ساتھ اعتزال کے اس پرجوش داعی نے اپنے شاگرد کے ذہن کو معتزلی اندازِ فکر بھی عطا کیا۔ نظام الملک کی علم پروری نے اعتزال کے پرجوش داعی ابومضر کو بھی اپنی بارگاہ کا مقرب بنالیا۔ علامہ زمخشری بھی اپنے استاذ کے وسیلے سے نظام الملک تک پہونچنے میں کامیاب ہوگئے۔ نظام الملک نے زمخشری کو بھی اپنی قدرشناسی سے نوازا۔ زمخشری کی دلی تمنا تھی کہ حکومت کے کسی اعلیٰ منصب پر فائز ہوجائیں۔ اپنی اس خواہش کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے کے لئے آپ نے ملک شاہ کے دور کے متعدد اعیانِ سلطنت سے روابط قائم کئے لیکن آپ کی دلی مراد بر نہ آسکی جب وطنِ عزیز کی سرزمین آپ کو وہ عزت دینے سے قاصر رہی جس کے آپ خواہاں تھے تو آپ نے خوارزم کو چھوڑ کر خراسان کی راہ لی۔ وہاں مجیر الدولۃ ابوالفتح علی بن الحسین الاردستانی کی خدمت میں اپنی لغوی تصانیف پیش کیں۔ نیز مدحیہ قصیدہ لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کیا اور اپنی دلی تمنا کا اظہار کیا لیکن وہاں بھی ناکامی ہوئی۔ خراسان میں ناکام ہوکر آپ نے اصفہان کی راہ لی جو سلجوقی سلطان محمد بن ملک شاہ کا صدر مقام تھا۔ زمخشری نے سلطان کے اسلامی خدمات کو اشعار میں سراہا۔ اور باطنیہ کے استیصال کے لئے جو کوششیں سلطان نے کی تھیں۔ اُن کی تعریف کی۔ سنہ ۵۱۲ھ میں ۵۴ سال کی عمر میں آپ کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی۔ مرض اس قدر سخت تھا کہ جسم میں توانائی باقی نہ رہی۔ زندگی کی اُمید ٹوٹنے لگی۔ آپ نے اپنے ۵۴ سالہ عمر کا جائزہ لیا تو سوائے جاہ و منصب کی طلب اور اُمراءِ حکومت کے آستانوں پر جبہ سائی اور اُن کی توصیف میں خامہ فرسائی کے آپ کو کوئی ایسا عمل نظر نہ آیا جو آخرت کے لئے توشہ کا کام دیتا۔ بسترِ علالت پر پڑے ہوئے آپ نے عہد کیا کہ اگر اس جان لیوا مرض سے نجات ملی تو عمر کا باقی حصہ اور جسم و دماغ کی ساری صلاحیتیں مالکِ حقیقی کی چاکری میں لگادوں گا۔ نہ کسی بادشاہ کے دربار میں حاضری دوں گا۔ نہ کسی منصب کا اُمیدوار ہوں گا۔ نہ اُمراء سلاطین کے عطیات قبول کروں گا۔ بلکہ آئندہ صرف علوم وفنون کے درس وتدریس میں مصروف رہوں گا جو نفسِ انسانی کے

تہذیب و اصلاح کرتے ہیں جن سے انسانوں کو راہِ ہدایت ملتی ہے[۵]۔ آپ کے اس مرض نے آپ کے رخ کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ آپ کی زندگی میں انقلاب آ گیا۔ شفایاب ہونے کے بعد آپ نے بغداد کا سفر کیا۔ وہاں ابوالخطاب بن البطر، ابوسعد الشقانی اور شیخ الاسلام ابو منصور الحارثی سے حدیث کی سماعت کی۔ مشہور حنفی فقیہہ دامغانی، شریف ابن الشجری سے ملاقاتیں کیں۔ اس دوران آپ کے دینی رجحانات میں مزید اضافہ ہو گیا اور آپ حج کے لئے روانہ ہو گئے۔ جوار بیت اللہ میں زمخشری کی ملاقات امیر علوی علی بن عیسیٰ بن حمزہ بن وہاس سے ہوئی۔ امیر علوی نے زمخشری کی شاگردی اختیار کر لی۔ پانچ سال تک آپ مکہ معظمہ میں مقیم رہے۔ پانچ سال تک قیام کے بعد وطن کی یاد زمخشری کے دل میں چٹکیاں لینے لگی۔ اور خوارزم واپس چلے آئے لیکن ابھی وطن میں چند ہی روز گذرے تھے کہ آپ دوبارہ ۵۲۶ھ میں حج کے لئے روانہ ہو گئے اور سات سال تک مکہ معظمہ میں ٹھہرے رہے، اسی دوران آپ نے مشہور زمانہ تفسیر الکشاف لکھی۔ مکہ مکرمہ میں ایک طویل عرصے قیام کے بعد وطن کی یاد نے پھر زمخشری کو وطن کی راہ لینے پر مجبور کیا۔ زمخشری کا گذر ۵۳۳ھ میں ۶۶ سال کی عمر میں پھر بغداد سے ہوا۔ علم سے زمخشری کے والہانہ ذوق و شوق کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ بغداد میں ۶۶ سال کی عمر میں بھی امام ادب ابو منصور الجوالیقی کے سامنے ان کتابوں کے ابتدائی حصے پڑھ کر اجازت چاہی جن کے مصنفین کی ملاقات یا روایت انھیں براہ راست حاصل نہ تھی۔ خوارزم کے صدر مقام جرجانیہ میں ۷۱ سال کی عمر میں داعیِ اجل کو لبیک کہا۔

علامہ زمخشری اپنے عصر و عہد کے یکتائے روزگار عالم اور امام فقہ تھے۔ آپ تفسیر، حدیث، نحو و لغت اور ادب میں عدیم المثال تھے، آپ نے معتزلہ کی حمایت میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ آپ کی ساری تصانیف حقیقی اور دائمی شہرت کی مالک ہیں۔ ان میں سے چند تصانیف کا مختصر تعارف ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

زمخشری کی اہم ترین تصنیف قرآن مجید کی تفسیر الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل ہے۔ آپ نے یہ تفسیر ۱۱۳۲ھ میں لکھنا شروع کی اور ۱۱۳۴ھ میں مکمل کر لی۔ کشاف کا نقطۂ نظر معتزلی ہے لیکن پھر بھی اپنی چند خصوصیات کی وجہ سے

راسخ العقیدہ مسلمانوں میں بھی خاصی مقبول ہے۔ اس کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ کشاف میں علامہ نے خالص نحوی تشریحات کے علاوہ فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے قرآن کی ادبی محاسن کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور عقیدۂ اعجاز قرآن کی زبردست حمایت کی ہے۔ کشاف کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ علامہ نے عقاید کی فلسفیانہ تفسیر کی طرف لوگوں کی توجہ زیادہ تر مبذول کرانے کی کوشش کی ہے۔ کشاف کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ علامہ نے کشاف میں تفسیر کے لغوی پہلو کو زیادہ اجاگر کیا ہے۔ اور قرأت کی پوری پوری تحقیق کی ہے اپنی تشریحات کی تائید میں قدیم شاعری سے دلائل اکٹھا کئے ہیں۔ ان خصوصیات کی بنا پر کشاف کو ایک اونچا مقام ملا۔ اس شہرۂ آفاق تفسیر کو سب سے پہلے طبع کرانے کا فخر ہندوستان کو حاصل ہے الکشاف کو سب سے پہلے W. NASSAU LESS مولوی خادم حسین اور مولوی عبدالحئی نے کلکتہ سے ۱۸۵۶ء میں ۲ دو جلدوں میں شائع کیا۔ اس کے بعد بولاق نے دو مرتبہ اور قاہرہ نے چھ مرتبہ مع حاشیہ میر سید شریف کے شائع کیا۔ نشرۃ دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان بھی ایک مرتبہ مع حاشیہ شائع کرنے کا شرف حاصل کر چکا ہے۔

علامہ زمخشری کی دوسری مایۂ ناز کتاب الفائق فی غریب الحدیث ہے۔ آپ نے یہ کتاب ۵۱۶ھ میں مکمل کی۔ آپ کی اس کتاب سے پہلے حدیث کے طالب علم کے لئے بہت ساری مشکلات تھیں۔ آپ نے یہ کتاب لکھ کر حدیث کے ماخذ کو طالبان حدیث کے لئے آسان کر دیا۔ علامہ زمخشری کی اس دوسری مایۂ ناز کتاب کو طبع کرانے کا سہرا بھی سرزمین ہند کے سر ہے۔ سب سے پہلے یہ کتاب حیدرآباد دکن سے، دائرۃ المعارف العثمانیہ ۱۹۱۶ء نے دو جلدوں میں شائع کی۔ اس کے بعد قاہرہ دار احیاء الکتب العربیۃ نے ۱۹۴۵ء میں اس کتاب کو شائع کیا۔

علامہ زمخشری کی تیسری شہرت یافتہ کتاب المفصل ہے۔ المفصل نحو کی مشہور و معروف کتاب ہے، یہ کتاب مختصر ہونے کے باوجود نہایت جامع ہے۔ اس کا اسلوب بیان بالکل واضح ہے۔ المفصل کے بارے میں زمخشری کا دعویٰ تھا کہ "سیبویہ کی الکتاب کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جو المفصل میں موجود نہ ہو کسی ادیب نے ایک مسئلے کی نشان دہی

کی کہ الکتاب میں ہے اور المفصل میں نہیں ہے زمخشری نے یہ جواب دیا کہ صراحتہً چاہے نہ ہو مگر ضمناً موجود ہے۔ اور وضاحت کرکے بتا بھی دیا۔[۲۴] زمخشری کے بدلے ہوئے رجحان کے بعد کی سب سے پہلی تخلیق یہی کتاب ہے اس کتاب کے مقدمے سے شعوبیت کے خلاف سخت بیزاری کا اظہار ہوتا ہے۔ زمخشری کو شعوبیوں کے حال پر سخت تعجب ہوتا ہے کہ یہ جاننے پوچھتے کہ علوم اسلامیہ میں سے کوئی علم تفسیر، حدیث، فقہ کا ایسا کام نہیں جو عربی دانی کا محتاج نہ ہو عربی کی قدر و منزلت گھٹانا چاہتے ہیں۔ زمخشری اس رجحان کو صریحاً تعصب اور بے انصافی پر محمول کرتے ہیں۔ مقدمے ہی سے اس کتاب کی تالیف کا محرک بھی معلوم ہوتا ہے۔ زمخشری بتلاتے ہیں کہ اعجاز قرآنی اور تفسیری ایک بنیادی ضرورت اعراب کا علم ہے چنانچہ وہ یہ احساس کرتے ہوئے کہ مسلمان دینی اعتبار سے اس علم کے حاجت مند ہیں۔ المفصل کی تصنیف پر آمادہ ہوتے ہیں اور اس طرح قرآن اور علوم شرعیہ کی خدمت کے جذبے سے اس کام کو ہاتھ میں لیتے ہیں۔ علامہ نے اس کتاب کی تالیف کا کام ۱۱۱۹ء میں شروع کرکے ۱۱۲۱ء میں مکمل کرلیا۔ اسے 4 B. Broek Christiania سے ۱۸۰۹ء اور ۱۸۷۹ء میں شائع کیا اور حواشی کے ساتھ مولوی محمد یعقوب رامپوری نے ۱۸۹۱ء میں دہلی سے محمد فتح اللہ نے ۱۲۹۱ھ میں اسکندریہ سے محمد بدرالدین ابو فراس النعسانی الحلبی کی شرح الشواہد کے ساتھ ۱۲۹۱ھ میں اسکندریہ سے اور ۱۳۲۳ھ میں قاہرہ سے شائع ہوئی۔ مفصل کی شرحوں میں سب سے مشہور شرح ابن یعیش کی شرح ہے۔ جو ۱۸۸۲ء میں لائپزنگ سے دو جلدوں میں شائع ہوئی۔ اس کے علاوہ علماء نے المفصل کی بہت سی شرحیں لکھی ہیں[۲۵]

علامہ زمخشری کی ایک مشہور تصنیف مقدمۃ الادب ہے جو عربی الفاظ کا ایک ذخیرہ ہے۔ علامہ نے مقدمۃ الادب اور فارسی میں اس کی شرح لکھ کر اہل علم کے لئے عربی زبان کا ایک وسیع ذخیرۂ الفاظ مہیا کردیا۔ آپ نے یہ کتاب اتسز بن خوارزم شاہ (۱۱۲۷ء ۱۱۵۶ء) کے لئے لکھی۔ احمد بن خیرالدین الکوز الحصاری مشہور بخواجہ اسحاق آفندی نے اقصی الادب کے نام سے اس کا ترکی میں ترجمہ کیا۔

اس کے علاوہ آپ نے اساس البلاغۃ کے نام سے ایک لغت کی ہے

کتاب لکھی ہے جس میں آپ نے الفاظ کے مجازی معنی اور استعمالات پر خصوصی توجہ صرف کی ہے۔ عربی ادب پر علامہ زمخشری کو جو حیرت انگیز قدرت حاصل تھی اس کا اندازہ ان کی کتابوں سے کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے قدیم ضرب الامثال پر مشتمل المستقصی فی الامثال نام کی ایک کتاب لکھی جو حیدرآباد سے ۲ جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی شاہکار کتابوں میں نوابغ الکلم، ربیع الابرار فیما یسر الخواطر والافکار، اطواق الذہب وغیرہ ہیں علامہ زمخشری نے مکالموں کے انداز میں متعدد اخلاقی رسائل بھی تصنیف کئے۔ اُن کا آغاز "یا ابوالقاسم" سے یعنی خود اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کیا ہے ۵۱۲ھ میں شدید علالت سے صحت یاب ہونے کے بعد زمخشری نے پانچ اور رسائل کا اضافہ کر دیا جو صرف ونحو، عروض اور ایام عرب سے متعلق تھے۔ ان مشہور ومعروف کتابوں کے علاوہ آپ نے الانموذج والامکنۃ والجبال والمیاہ، کتاب النصائح الکبار، اعجب العجب فی شرح لامیۃ العرب، مرثیہ ابی مضر، نصوص الاخبار فی الادب والنوادر، شرح مقامات الزمخشری، القسطاس المستقیم فی العروض، المحاجاۃ بالمسائل النحویۃ وغیرہ ہیں۔ اس کے علاوہ علامہ کی کچھ تصانیف ایسی بھی ہیں جو صرف مخطوطات کی شکل میں کتب خانوں میں موجود ہیں۔

علامہ زمخشری عقاید ورجحانات کے لحاظ سے مکمل معتزلی ہیں، آپ نے اپنی تفسیر الکشاف معتزلی بنیادوں کی رعایت کرتے ہوئے لکھی ہے۔ معتزلیوں کے مشہور عالم خیاط (م۔ ۲۹۰ھ) نے مسلک اعتزال کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "معتزلہ کے پانچ بنیادی اصول ہیں:۔ توحید، عدل، الوعد والوعید، المنزلۃ بین المنزلتین اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر ۵۔ یہ وہ اصول ہیں جن پر معتزلہ شروع سے آخر تک متفق رہے ہیں حتیٰ کہ نویں صدی ہجری کا مشہور زیدی عالم احمد بن یحییٰ بن المرتضیٰ (م ۸۴۰ھ) نے ان اصولوں پر معتزلہ کا اجماع نقل کیا ہے، ان اصولوں کو تسلیم کئے بغیر کوئی شخص معتزلی نہیں ہو سکتا علامہ زمخشریؒ صرف ان عقاید پر یقین ہی نہیں رکھتے ہیں بلکہ آپ نے ان اصولوں کی حمایت میں قلم بھی اٹھایا ہے۔ توحید اُمتِ مسلمہ کا بنیادی اور راسخ عقیدہ ہے اس

مکمل ایمان کے بغیر کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا لیکن معتزلہ توحید کی ایک مخصوص تعبیر کرتے ہیں۔ معتزلہ کا تصورِ توحید لیس کمثلہ شئی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے اور باقی سب کچھ حادث ہے۔ وصف قدیم اس کی ذات کا اخص وصف ہے اور صرف اسی کے لئے مخصوص ہے۔ معتزلہ نے اللہ کی صفات کا بھی انکار کر دیا۔ اور نفی صفات میں اس قدر غلو کر گئے کہ بعض لوگ باری تعالیٰ کے لئے صفات کا لفظ استعمال کرنا گوارہ نہ کرتے تھے معمر بن عباد السلمی (م۔ ۲۲۰ھ) نے صفات کے بجائے معانی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ علامہ زمخشری نے بھی نفی صفات میں معتزلہ کی ہم نوائی کی ہے اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم میں حی کے معنی الباقی الذی لا سبیل علیہ للفناء بتاتے ہیں یہاں وہ حی ذاتہ نہیں کہتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ معتزلہ کے نزدیک حیاۃ باری تعالیٰ کی کوئی وجودی صفت نہیں ہے۔ نفی صفات کے سلسلے میں سب سے زیادہ اہمیت اور شہرت جس صفت کو حاصل ہوئی وہ صفت کلام ہے۔ معتزلہ کے نزدیک قرآن کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے کی بحث براہِ راست صفات کے حدوث وقدم اور بالآخر توحید وشرک کی ہے۔ قرآن کو غیر مخلوق کہنے کا مطلب انکے نزدیک صرف یہ ہے کہ ایک حادث چیز کو ازلی اور ابدی نہیں کہا جا سکتا ہے۔ قرآن کو ازلی اور ابدی کہنے سے صریح شرک لازم آتا ہے۔ علامہ زمخشری بھی قرآن کو غیر مخلوق کہتے ہیں قُل لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا اسکا کہنا ہے کہ اگر انسان اور جن سب کے سب ملکر اس قرآن جیسی کوئی چیز لانیکی کوشش کریں تو نہ لا سکینگے چاہے وہ ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں۔ علامہ زمخشری اس آیت سے قرآن کے مخلوق ہونے پر دلیل قائم کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ عجز اسی جگہ استعمال کیا جاتا ہے جہاں اس بات پر قدرت پائی جاتی ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اجسام کو پیدا کرنے پر قادر ہے لیکن بندہ عاجز ہے لیکن جو چیز محل قدرت ہی نہ ہو اور جہاں قدرت کا سرے سے دخل ہی نہ ہو مثلاً خدا کا ثانی ہونا تو اس جگہ فاعل کے لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ عاجز ہے اور نہ وہ چیز معجز کہلائیگی اگر یہ کہنا درست سمجھا جائے تو اللہ پر بھی عجز کا اطلاق جائز ہوگا۔ چونکہ محالات پر قدرت ہونا یہ اسکی صفت نہیں ہے۔[۵] غرضکہ علامہ زمخشری نے توحید کے سلسلے میں

معتزلیوں کی پوری ہم نوائی کی ہے۔

مسلک اعتزال کے مباحث میں عقیدۂ عدل کو دوسرا مقام حاصل ہے معتزلہ نے اپنے تصورِ عدل سے اہل سنت والجماعت سے بہت سے مسائل پر نزاعی بحثیں کی ہیں علامہ زمخشری بھی نظریۂ عدل کے ہمنوا ہیں معتزلہ کے نظریۂ عدل کا پہلا مظہر ان کا عقیدۂ خلق افعال ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انسان اپنے ارادے اور اختیار میں قطعاً آزاد ہے وہ اپنے افعال کا خالق مخترع اور موجد ہے۔ انسان کے مکتسب افعال میں خدا کی صفت تقدیر ارادے اور فعل کو ایجاداً یا نفیاً مطلق کسی قسم کا دخل نہیں ہے۔ علامہ زمخشری نے قرآن کی تاویل بھی خلق افعال کو سامنے رکھتے ہوئے کی ہے قرآن مجید میں مومنین کی زبان سے دعا کرائی جاتی ہے ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا وهب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب۔ وہ اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ پروردگار جب تو ہمیں سیدھے راستے پر لگا چکا ہے تو پھر کہیں ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر دیجیو ہمیں اپنے خزانۂ فیض سے رحمت عطا کر تو ہی فیاض حقیقی ہے۔ اس آیت میں زیغ پیدا کرنے کی نسبت باری تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے علامہ زمخشری لا تزغ قلوبنا کی ایسی تفسیر کرتے ہیں کہ اس نسبت کا سوال ہی اٹھ گیا ان کے نزدیک اس جملے کا مفہوم ہے کہ اے اللہ تو ہم کو ایسی آزمائشوں میں نہ ڈال جن میں پڑ کر ہمارے دل راہِ راست سے ہٹ جائیں۔

معتزلہ کا تیسرا عقیدہ المنزلة بین المنزلتین ہے اہل سنت کے نزدیک ایمان قلبی تصدیق کا نام ہے اعمال اس قلبی تصدیق کا تتمہ اور تکملہ ہیں لیکن معتزلہ کے نزدیک ایمان فرائض و مندوبات کے مکمل مجموعے کا نام ہے ایمان کو اعتقاد اقرار عمل کا مکمل مجموعہ قرار دینے کے بعد معتزلہ اور اہلسنت کی راہیں ایمان اور اس کے مقتضیات و نتائج کے بارے میں جدا ہو گئیں مرتکب کبیرہ کے بارے میں اہلسنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ اپنے ایمان باللہ تصدیق رسالت کتاب اور احکام الٰہی کو ماننے کی وجہ سے مومن ہے گرچہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی وجہ سے فاسق ہو گیا ہے تاہم اس کا یہ فسق اس کو دائرہ اسلام سے باہر نہیں نکال دیتا اہلسنت والجماعت کے مقابلے میں خوارج کا مسلک بہت سخت ہے خوارج بحیثیت مجموعی مرتکب گناہ کبیرہ کو کافر اور دائرہ ایمان سے خارج قرار دیتے ہیں یہاں تک کہ گناہ صغیرہ کے مرتکب کو بھی کافر اور دائرہ ایمان سے خارج کا فتویٰ صادر کیا ہے انھوں نے کبیرہ اور صغیرہ میں کوئی فرق نہیں چھوڑا ہے معتزلہ نے ان دونوں مسالک کی مخالفت کی اور کہا کہ گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں کبیرہ اور صغیرہ۔ گناہ کبیرہ کا مرتکب ان کے نزدیک فاسق ہے اور فاسق ان کے نزدیک بالاتفاق رائے نہ مومن ہوتا ہے نہ کافر اس طرح انھوں نے ایمان و کفر کے مرحلوں کے درمیان اور ایک اور مرحلہ ایجاد کیا جس کو انکی اصطلاح میں المنزلة بین المنزلتین (ای منزلتی الکفر والایمان) کہا جاتا ہے علامہ زمخشری نے بھی اس سلسلے میں معتزلیوں کی بہت حمایت کی ہے قرآن کی آیت الذین یؤمنون بالغیب کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ صحیح ایمان تصدیق قلبی اقرار باللسان اور تصدیق بالعمل کے مکمل مجموعے کا نام ہے۔ اس طرح آپ ایمان کے مفہوم میں وہ دو چیزیں بھی شامل کر دیتے ہیں جو تصدیق قلبی یقین و طمانیت نفس کے علاوہ اس سے خارج ہے اور اسکے لئے آپ تصدیق بالعمل جیسا خوشنما لفظ استعمال کرتے ہیں (باقی آئندہ)

[redacted]